فقہی اختلافات کا ظہور ونفوذ: ایک زاویہ نظر

عرفان خالد ڈھلوں*

اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں سب سے اہم اور نمایاں چیز اس میں تنوع اور اختلاف کا ہونا ہے جو ہر سُو پھیلا ہوا ہے۔ اختلاف اللہ تعالیٰ کی مشیت و مرضی اور وجہ حسنِ کائنات ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کائناتی تنوع اور اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر اسے عقل و دانش رکھنے والوں اور سبق حاصل کرنے والوں کے لیے نشانی قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ النحل کی آیت ۱۳ میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین میں جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں پیدا کر رکھی ہیں ان میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سبق حاصل کرنے والے ہیں۔ سورت الروم کی آیت ۲۲ میں انسانوں کی بولی جانے والی اَن گنت زبانوں اور انسانی جسموں کے رنگوں کا اختلاف بیان کیا گیا ہے۔ آج کی سائنس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ ہر انسان کے انگوٹھے کی لکیریں دوسرے انسان کے انگوٹھے کی لکیروں سے مختلف ہیں۔ سورت الانعام کی آیت ۱۴۱ میں کھیتوں سے حاصل ہونے والے مختلف اقسام کے ماکولات کا ذکر ہے۔ پھر زیتون اور انار کے درختوں کے بارے میں بتایا گیا ہے جن کے پھل صورت میں مشابہ اور مزے میں مختلف ہوتے ہیں۔ سورت فاطر کی آیات ۲۷ اور ۲۸ میں پھلوں کی اقسام اور ان کے رنگوں، پہاڑوں کی مختلف رنگدار دھاریوں اور انسانوں، جانوروں اور مویشیوں کے رنگوں کا مختلف ہونا بیان کیا گیا ہے۔ سورت الزمر کی آیت ۲۱ میں کھیتیوں کی مختلف اقسام ہونے کا ذکر ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اس اختلاف میں عقلمندوں اور دانشوروں کے لیے رشد و ہدایت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کو مختلف شکلیں، رنگ اور زبانیں دی ہیں تو ساتھ ہی ہر انسان کو یہ قدرتی صلاحیت اور حق بھی دیا ہے کہ وہ سوچے اور اپنی رائے قائم کرے۔ شکل، رنگ اور زبان میں اختلاف کی طرح دو افراد کی سوچ اور رائے میں اختلاف بھی عین ممکن ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک ہی انسان کی اپنی سوچ ہمیشہ ایک نہیں رہتی۔ اس کی اپنی فکر اور سوچ میں تغیر واقع ہوتا رہتا ہے۔ سوچ اور رائے کا اختلاف ٹھہراو اور جمود پیدا نہیں کرتا بلکہ انسان کی تمدنی زندگی کو ترقی دیتا ہے۔ اختلافِ رائے ذہنی سوتوں کی آبیاری کرتا، کسی چیز کے ایک سے زائد پہلوؤں

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور، پاکستان

تک رسائی دیتا اور اس پر بہتر انداز سے عمل کو ممکن بناتا ہے۔

اختلافِ رائے نہ صرف جائز ہے بلکہ اس کی اتنی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ درست اجتہاد پر دوگنا اجر و ثواب ملنے کی خوشخبری کے ساتھ ساتھ غلط اجتہاد پر بھی ایک ثواب کی نوید سنائی گئی ہے۔

ایک متفق علیہ حدیث میں حضرت عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أذا حكم الحاكم فاجتهد ثم أصاب فله أجران وإذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر (۱)

جب حاکم کسی بات کا فیصلہ کرے اور اس میں اجتہاد سے کام لے اور صحیح ہو تو اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔ اور اگر وہ حکم دے اور اس میں اجتہاد سے کام لے اور غلط ہو تو اسے ایک ثواب ملے گا۔

زیرِ نظر مضمون میں اس اختلاف پر بحث گئی ہے جو فقہِ اسلامی کی اساسی نصوص یعنی قرآن و سنّت کی تشریح وتعبیر پر ہے۔ قرآن و سنّت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے پہلے صحابہ کرامؓ نے لیا۔ فقہِ اسلامی میں صحابہ کرامؓ ایک طبقہ کے طور پر خاص مقام و مرتبہ پر فائز ہیں۔ ان کے بعد کسی طبقہ کو یہ مقام و مرتبہ حاصل رہا ہے اور نہ ملے گا۔ جس طرح نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اسی طرح صحابیت اِن صحابہ کرامؓ پر بند ہے۔ انہوں نے صاحبِ شریعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہا۔ وہ ان حالات اور واقعات کے عینی شاہد ہیں جو وجہِ نزولِ شریعت بنے۔ صحابہ کرامؓ نے احکامِ الٰہی کی تعلیم براہِ راست صاحبِ وحی سے حاصل کی۔ وہ شریعتِ اسلامی کے اوّلین مزاج شناس تھے۔ صحابہ کرامؓ دین کے سچے راویٔ اوّل ہیں۔ وہ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہیں جس سے احکامِ دین ہم تک پہنچے ہیں۔ وہ صاحبِ وحی اور اپنے بعد والوں کے درمیان ایک لازمی واسطہ ہیں جسے نظر انداز کر دینا ایک غلط اندازِ نظر ہے۔

اس مضمون میں ان اسباب کا مطالعہ کیا گیا ہے جن کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کے مابین قرآن یا سنّت کی کسی ایک نص اور کسی ایک واقعہ پر اختلافات کا ظہور ہوا اور انہوں نے اس سے مختلف نتائج اخذ کیے۔ صحابہ کرامؓ کی اختلافی آراء نے فقہِ اسلامی میں کس حد تک اپنا نفوذ کیا، اس پر کیا اثرات مرتب ہوئے اور فقہی مذاہب کے مزاج کی تشکیل میں اختلافِ صحابہؓ کا کردار کتنا رہا، یہ بحثیں اس مضمون کا حصہ ہیں۔

اختلافِ صحابہؓ پر اقوالِ ائمہ:

اجتہادی مسائل میں اختلافِ صحابہ ایک فطری عمل تھا۔ اسی لیے ہمیں اسلاف کے متعدد ایسے اقوال ملتے

ہیں جن میں اختلافِ صحابہؓ کو بنظرِ ستائش دیکھا گیا اور اسے امت کے لیے باعث رحمت کہا گیا ہے۔
مشہور تابعی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے قاسم بن محمدؒ (م ۱۰۸ھ) نے فرمایا:

كان إختلاف أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم رحمة للنّاس (۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا اختلاف لوگوں کے لیے رحمت تھا۔

آپ کا ایک اور قول ہے:

لقد نفع الله تعالٰى بإختلاف أصحاب النبى صلّى الله عليه وسلّم فى أعمالهم۔ لا يعمل العامل بعمل رجل منهم إلا رأى أنه فى سعة و رأى أن خيرًا منه قد عمله (۳)

اللہ تعالیٰ نے اختلافِ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فائدہ پہنچایا کہ جب کوئی شخص ان میں سے کسی ایک صحابی کے عمل کے مطابق عمل کرتا ہے تو وہ خود کو سہولت میں پاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس نے ایسا کام کیا ہے جسے اس سے بہتر آدمی نے کیا تھا۔

پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (م ۱۰۱ھ) نے فرمایا تھا:

ما أحب أن أصحاب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لم يختلفوا لأنه لو كان قولاً واحدًا كان النّاس فى ضيق وإنّهم أئمة يقتدى بهم، ولوأخذ رجل بقول أحدهم كان فى سعة (۴)

مجھے یہ پسند نہیں کہ صحابہ کرامؓ اختلاف نہ کرتے، کیونکہ اگر صرف ایک ہی قول ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے۔ صحابہ کرامؓ ائمہ ہیں، ان کی پیروی کی جائے گی۔ اگر ان میں سے کسی ایک صحابی کا قول کسی شخص نے لیا تو وہ سہولت و آسانی میں ہے۔

عون بن عبداللہؒ (م ۱۱۰ھ) نے فرمایا:

ما أحب أن اصحاب النبى صلى الله عليه وسلّم لم يختلفوا فإنهم لو اجتمعوا على شیء فتركه رجل ترك السنّة ولو اختلفوا فأخذ رجل بقول أحد أخذ السنّة (۵)

مجھے یہ ناپسند ہے کہ اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اختلاف نہ کرتے، کیونکہ اگر وہ کسی ایک چیز پر جمع ہو جاتے اور کوئی شخص اس چیز کو چھوڑتا تو وہ تارکِ سنّت ہوتا، اور اگر انہوں نے اختلاف کیا اور کسی نے صحابہؓ میں سے ایک کا قول لیا تو اس نے سنّت کو لیا۔

فقہ اسلامی میں اختلافِ صحابہؓ کی اہمیت کا اندازہ امام مالکؒ کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے کہ فتویٰ

دینا اس شخص کو جائز ہے جو لوگوں کا اختلاف جانتا ہو۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا اس سے مراد اہل الرائے کا اختلاف ہے؟ امام مالکؒ نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا اختلاف جانتا ہو اور قرآن و حدیث میں ناسخ و منسوخ کا علم رکھتا ہو(۶)۔

اسبابِ اختلافِ صحابہؓ:

فقہی امور میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف ان کے طبائع اور ذہنی استعداد میں فطری اختلاف کے باعث تھا۔ وہ حفظ و اتقان میں بھی یکساں نہیں تھے۔ لہٰذا ان کا قرآن یا سنّت کی کسی ایک نص اور کسی ایک واقعہ سے مختلف نتائج اخذ کرنا تقاضائے بشری کے عین مطابق تھا۔

ذیل میں ان اہم اسباب کا ذکر کیا جاتا ہے جو صحابہؓ کے اس اختلاف کا باعث بنے جو قائم رہا:

پہلا سبب:

صحابی تک کوئی حدیث پہنچی لیکن انہوں نے اپنے غالب گمان کی بنا پر اس حدیث پر طعن کیا اور اپنا اجتہاد ترک نہیں کیا۔

طعن سے مراد زبان سے راوی کا کوئی عیب بیان کرنا، یا اس کے دین و عدالت، ضبط و حفظ یا اس کے فہم وادراک میں کمی سے متعلق بیان کرنا ہے۔ ایک راوی میں طعن کے دس اسباب ہو سکتے ہیں جن میں سے پانچ کا تعلق راوی کی عدالت سے اور پانچ کا تعلق اس کے حفظ و ضبط سے ہے۔ عدالت سے متعلق پانچ طعن یا عیوب یہ ہیں: جھوٹ بولنا، جھوٹ بولنے کا الزام لگانا، فسق، بدعت اور جہالت۔ حفظ و ضبط کے لحاظ سے پانچ طعن یا عیوب یہ بیان کیے جاتے ہیں: فاش غلطیاں کرنا، حافظہ میں کمزوری، غفلت، کثرت سے اوہام کا شکار ہونا اور ثقہ راویوں کی مخالفت کرنا(۷)۔

مثلاً مطلقہ بائنہ کو نفقہ نہ ملنے کے بارے میں حضرت فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے قبول نہیں کی۔ حضرت فاطمہؓ بنت قیس نے فرمایا تھا: میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مکان دلوایا اور نہ نفقہ(۸)۔

حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے اس حدیث پر طعن کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا:

> لا نترك كتاب الله و سنّة نبينا صلى الله عليه وسلم لقول امرأة لا ندري لعلها حفظت أونسيت لها السكنى والنفقة قال الله عزوجل: لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَايَخْرُجْنَ إِلَّآ أَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ [الطلاق ۶۵: ۱] (۹)

ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑیں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ شاید وہ بھول گئی یا اس نے یاد رکھا۔ مطلقہ ثلاث کے لیے رہائش اور نفقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ان کو (ایام عدّت میں) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ (خود ہی) نکلیں۔ ہاں اگر وہ صریح بے حیائی کریں (تو نکال دینا چاہیے)۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا:

ما لفاطمة ؟ ألا تتقى الله تعني فى قولها لا سكنى و لا نفقة (۱۰)

فاطمہ کو کیا ہوگیا ہے؟ کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتی؟ یعنی یہ کہتی ہے کہ مطلقہ نفقہ اور رہائش کی مستحق نہیں ہے۔

ایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا:

مالفاطمة خير أن تذ كرهذ ا۔قال تعني قولها: لا سكنى ولا نفقة (۱۱)

یعنی فاطمہ کے لیے بھلائی نہیں کہ وہ یہ کہے۔ راوی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ فاطمہؓ کا یہ قول کہ مطلقہ ثلاث کے لیے نہ رہائش ہے اور نہ نفقہ۔

اس واقعہ میں حضرت عمرؓ نے اپنے غالب گمان سے حدیث کو قابلِ اعتبار نہ جانا اور قرآن مجید کی آیت: وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ (الطلاق ۶۵:۱) کی روشنی میں اپنی یہ رائے قائم رکھی کہ مطلقہ ثلاث کے لیے رہائش اور نفقہ ہے۔ یوں صحابہؓ میں اختلاف پیدا ہوگیا۔

شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ (م۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس حدیث میں آپ کو معلوم ایک مخفی اعتراض کی وجہ سے یہ حدیث تسلیم نہیں کی اور اسے قابلِ حجت قرار نہیں دیا، لیکن تابعین کے زمانہ میں متعدد طرق سے اس حدیث کی شہرت ہوگئی، معترض کا وہم دور ہوگیا اور سب نے اس حدیث کو اختیار کرلیا (۱۲)۔

دوسرا سبب:

صحابی تک کسی درپیش مسئلہ سے متعلق حدیث نہ پہنچی اور انہوں نے اپنے اجتہاد سے مسئلہ کا حکم متعین کرلیا۔ لہٰذا صحابی مذکور کا اُن صحابہؓ سے اختلاف ہوگیا جنہیں اس مسئلہ کے حکم سے متعلق کوئی حدیث مل گئی تھی۔

مثلاً حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنا جائز نہیں ہے (۱۳)۔ ان تک صرف وہی حدیثیں پہنچی تھیں جن میں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع کیا گیا تھا (۱۴)۔ سالمؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے

تھے(۱۵)۔

حضرت بریدۃ بن حصیبؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ونهيتكم عن لحوم الأضاحي فوق ثلاث فامسكوا ما بدالكم(۱۶)

اور میں نے تمہیں منع کیا تھا قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے، اب رکھو جب تک چاہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دی گئی یہ رخصت حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ تک نہیں پہنچی تھی۔ انہوں نے اس مسئلہ میں صرف نہی سنی تھی، اس لیے انہوں نے جو سنا اس پر اپنی رائے قائم کر لی(۱۷)۔

تیسرا سبب:

صحابہ کرامؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی فعل کرتے دیکھا۔ بعض صحابہؓ نے اسے اس بات پر محمول کرتے ہوئے کہ آپ نے وہ فعل ثواب کی خاطر کیا ہے، اسے قانونی حیثیت دی۔ بعض نے آپ کا فعل مباح قرار دیا اور اسے اختیاری حیثیت میں رکھا۔ یوں ایک ہی فعل کے حکم میں صحابہؓ کے مابین اختلاف واقع ہو جاتا تھا۔

مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حج اور عمرہ میں رمل کرنا۔ حضرت ابن عمرؓ رمل کو سنت سمجھتے تھے اور خود بھی رمل کیا کرتے تھے(۱۸)۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین پھیروں میں تیز تیز چلے اور چار پھیروں میں حج وعمرہ میں معمولی چال سے چلے(۱۹)۔

حضرت ابن عباسؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رمل کرنے کا واقعہ دوسرے زاویہ سے لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا کرنا ضرورت کے تحت تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ مکہ آئے تو مشرکین نے کہا: تمہارے پاس ایسی قوم آرہی ہے جسے یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ تین پھیروں میں اکڑ کر چلیں اور دونوں رکنوں کے درمیان معمولی چال سے چلیں۔ تمام پھیروں میں رمل کا حکم دینے سے آپ کو کسی چیز نے نہیں روکا سوائے اس کے کہ سہولت آپ کے پیش نظر تھی(۲۰)۔

مندرجہ بالا واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت رمل کا ایک ہی فعل دو صحابہؓ نے مختلف پہلوؤں سے لیا اور اس کے بارے میں دو الگ الگ حکم قائم کر لیے۔

چوتھا سبب:

کبھی ایسا ہوتا کہ کسی فعلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر میں صحابہؓ کا اختلافِ وہم ہو جاتا اور وہ مختلف

الخیال ہو جاتے۔ مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی حج کیا۔ بعض صحابہؓ کے نزدیک آپ نے حجِ افراد کیا، بعض کا خیال تھا کہ آپ نے حجِ قران کیا اور بعض نے اسے حجِ تمتع سمجھا۔

حجِ افراد یہ ہے کہ مقامِ میقات سے صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جائے، پھر مکہ جا کر مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد احرام اتار دیا جائے۔ حجِ قران میں حج اور عمرہ دونوں کی ایک ساتھ نیت سے احرام باندھ کر مکہ کی طرف رختِ سفر اختیار کیا جاتا ہے۔ حجِ تمتع میں میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے اور ادائیگی عمرہ کے بعد احرام اتار دیا جاتا ہے، پھر ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو حج کی نیت سے احرام باندھ کر مناسکِ حج ادا کیے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجِ مفرد کیا (۲۱)۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجِ قران کیا (۲۲)۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے مابین حجِ تمتع اور حجِ قران کے مسئلہ پر بحث بھی ہوئی تھی (۲۳)۔ حضرت عثمان حجِ تمتع اور قران سے منع کرتے تھے، جبکہ حضرت علیؓ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور لبیک بعمرة و حجة کہا (۲۴)۔

پانچواں سبب:

سہو اور نسیان بشری تقاضوں میں سے ہیں۔ بعض اوقات سہو اور نسیان کے سبب سے بھی اختلاف نے ظہور کیا۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے اور پہلا عمرہ رجب میں کیا تھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن (یعنی حضرت ابن عمرؓ) پر رحم کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ بھی ایسا نہیں کیا جس میں ابو عبدالرحمٰن شریک نہ ہوئے ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا (۲۵)۔

حضرت انسؓ کا قول ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا عمرہ ذوالقعدة میں کیا تھا (۲۶)۔

چھٹا سبب:

کسی معاملہ میں خوب انضباط نہ ہونے کی وجہ سے بھی اختلاف ہوا۔ مثلاً جب حضرت عمرؓ فیروز ابولولو کے ہاتھوں زخمی ہوئے تو حضرت صہیبؓ روتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: افسوس اے میرے بھائی، افسوس اے میرے ساتھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے صہیبؓ! کیا تم مجھ پر روتے ہو؟ حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إن المیت یُعذب ببعض بکاء اهله علیه۔ یعنی میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے عذاب ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ انتقال فرما گئے تو میں نے یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے بیان کی۔آپ نے جواب دیا: اللہ عمرؓ پر رحم کرے، بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اللہ مومن کو اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے عذاب دیتا ہے بلکہ آپ نے فرمایا تھا:

إن اللّٰه ليزيد الكافر عذابا ببكاء أهله عليه (۲۷)

اللہ تعالیٰ کافر کا عذاب اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے زیادہ کر دیتا ہے۔

ساتواں سبب:

ایک سبب علّتِ حکم میں اختلاف بھی تھا۔مثلاً جنازہ کے لیے کھڑا ہونا بعض صحابہؓ کے نزدیک ملائکہ کی تعظیم کی وجہ سے تھا، بعض کی رائے میں یہ موت کے خوف کے سبب سے تھا اور بعض کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اس لیے تھا کہ یہودی کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے اونچا نہ ہو جائے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرمایا کرتے تھے: جنازہ کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں، پس تم اس کے لیے کھڑے ہو جایا کرو (۲۸)۔

حضرت جابرؓ نے فرمایا: ایک جنازہ گزرا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو یہودی عورت کا جنازہ ہے۔آپ نے فرمایا:

إن الموت فزع فإذا رأيتم الجنازة فقوموا (۲۹)

موت گھبراہٹ کی چیز ہے۔پس جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت حسنؓ ایک موقع پر بیٹھے ہوئے تھے۔اتنے میں ایک جنازہ گزرا۔جب جنازہ سامنے آیا تو لوگ کھڑے ہو گئے۔آپ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی کا جنازہ گزارا گیا۔اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے راستہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا کہ یہودی کا جنازہ آپ کے سر مبارک سے اونچا ہو جائے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے تھے (۳۰)۔

آٹھواں سبب:

بعض اوقات صحابہ کرامؓ نے دو مختلف امور کے جمع کرنے میں اختلاف کیا۔مثلاً نکاحِ متعہ سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور ممانعت دونوں وارد ہوئی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکاحِ متعہ کی حلّت اور حرمت کے مسئلہ پر صحابہ کرام مختلف الآراء ہو گئے۔اس لیے کہ متعہ کی حلّت اور حرمت دونوں امور کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سے زائد مرتبہ منقول ہے۔

احادیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر (۷ھ) کے موقع پر متعہ کی ممانعت کر دی تھی (۳۱)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزوۂ خیبر سے قبل متعہ جائز تھا۔ پھر فتحِ مکہ کے سال (۸ھ) میں متعہ کی اجازت دی اور فتحِ مکہ کے موقع پر اس سے منع کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامِ اوطاس یا غزوۂ حنین کے سال (۸ھ) تین مرتبہ متعہ کی رخصت دی اور پھر اس سے منع فرما دیا (۳۲)۔

حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپ نے خطبہ میں فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ کی تین بار اجازت دی، پھر اس کو حرام کیا۔ اللہ کی قسم! اب مجھے معلوم ہو کہ کسی نے متعہ کیا اور وہ محصن ہے تو میں اس کو پتھروں سے رجم کروں گا، سوائے اس کے کہ وہ چار گواہ لائے جو اس بات کی گواہی دیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ حرام کرنے کے بعد اسے پھر حلال کیا تھا (۳۳)۔

جمہور صحابہؓ کا موقف تھا کہ متعہ کی نہی وارد ہو چکی ہے اور اب وہ حرام ہے (۳۴)۔

لیکن حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک متعہ جائز تھا اور وہ اسے حالتِ ضرورت میں جائز بتاتے تھے (۳۵)۔

مالکی فقیہ ابن عبدالبرؒ (م۴۶۳ھ) نے لکھا ہے: بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جوازِ متعہ کے قول سے رجوع کر لیا تھا، ایسے تمام آثار ضعیف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جوازِ متعہ کے آثار ہی صحیح ہیں (۳۶)۔

نواں سبب:

کبھی ایسا ہوا کہ دو مختلف حکم اس قسم کے تھے کہ ایک حکم کو جزوی طور پر دوسرے حکم میں شامل کرنے کی گنجائش ہوتی اور کبھی دونوں حکموں کا بعض اجزاء میں تعارض ہوتا۔ ایک حکم سے ایک بات ثابت ہوتی اور دوسرے سے اس کے خلاف ثابت ہوتا۔ ایسی صورت میں صحابہؓ میں اختلاف پیدا ہو جاتا تھا۔ مثلاً قرآن مجید کی آیت:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا (البقرۃ ۲:۲۳۴)

کی رو سے جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس عورت کی عدّت چار ماہ دس دن ہے۔ یہ آیت مطلق ہے جس کی بنا پر یہ گمان ہوتا ہے کہ حاملہ بیوہ کی عدّت کا حکم بھی یہی ہے۔

قرآن مجید کی ایک اور آیت:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق ۶۵:۴) میں حاملہ عورتوں کی عدّت وضعِ حمل ہے۔ اس طرح حاملہ عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو، وہ ان دونوں آیات کے تحت آ سکتی ہے۔ ایک آیت کی رو سے ایسی عورت کی عدّت چار ماہ دس دن ہے اور دوسری آیت کے اعتبار سے اس کی عدّت وضعِ حمل ہے۔

اسی بنا پر صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہوا۔حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک حاملہ بیوہ کی عدت آخرا لأ جلین یعنی دونوں عدّتوں میں سے آخری عدّت ہے، جبکہ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک اس کی عدّت وضعِ حمل ہے۔آپ کا قول ہے کہ چھوٹی سورت النساء (یعنی سورۃ الطلاق) بڑی سورت النساء (یعنی سورۃ البقرۃ) کے بعد نازل ہوئی تھی (۳۷)۔

دسواں سبب:

اختلاف کا ایک سبب لفظ کا زائد معانی میں اشتراک کرنا بھی ہے۔اگر منصوص حکم میں ایسا لفظ آ جائے جو اہلِ عرب کے کلام میں دو معانی میں مستعمل تھا تو بعض صحابہؓ نے اس لفظ کو ایک معنی میں لیا، جبکہ دیگر صحابہؓ نے اس لفظ کا دوسرا معنی اختیار کیا۔مثلاً قرآن مجید میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (البقرۃ ۲: ۲۲۸) اس آیت میں لفظ ''قروء'' مشترک ہے جو دو معنوں پر محمول کیا جا سکتا ہے: ایک حیض اور دوسرا طہر۔حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوموسی اشعریؓ کے نزدیک ''قرء'' سے مراد حیض ہے، جبکہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عائشہؓ نے اس سے طہر مراد لیا ہے۔یوں ایک لفظ میں معانی کے اشتراک سے صحابہ کرامؓ کے مابین اختلاف ہوا۔یہ اختلاف ان کے درمیان مشہور تھا اور کسی نے دوسرے کے قول کی تردید نہیں کی بلکہ ہر ایک نے دوسرے کا قول جائز قرار دیا (۳۸)۔

صحابہ کرامؓ کا یہ فقہی و فروعی اختلاف جب تابعین اور مابعد تابعین کے طبقات تک پہنچا تو انہوں نے اس اختلاف کو حسبِ توفیق و احوال لیا۔انہوں نے قرآن مجید اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی اختلافی آراء سے بھی اپنے فقہی مذاہب کا تعین کیا۔انہوں نے اقوالِ صحابہؓ کو جمع کیا اور بعض اقوال کو دوسرے اقوال پر ترجیح دی۔ائمہ فقہاء و مجتہدین کے اختلاف کا معتد بہ حصہ اختلافِ صحابہؓ پر مبنی ہے۔

اختلافِ صحابہؓ کا اثر و نفوذ:

مسلمانوں کی فقہی میراث میں اختلافِ صحابہؓ ایک قیمتی اثاثہ ہے جس نے فقہ اسلامی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔بعد میں آنے والے فقہاء و مجتہدین کے اندازِ اجتہاد اور تکوینِ مذاہب نے ان سے اثر قبول کیا۔انہوں نے اختلافِ صحابہؓ سے استنباطِ احکام کی سمتیں متعین کیں۔اس سے کسی مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کرنے میں آسانی و سہولت پیدا ہوئی۔صحابہ کرامؓ کے مابین اختلافی مسائل میں بعد والوں میں سے بعض نے بعض صحابہؓ کا قول اختیار کیا۔ایسا بھی ہوا کہ کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے جتنے اختلافی اقوال تھے، بعد میں اس مسئلہ پر فقہاء کرام کے بھی اتنے ہی گروہ بن گئے لیکن فقہائے اسلام اقوالِ صحابہؓ سے باہر نہیں گئے۔وہ جانتے تھے کہ مختلف فیہا مسائل میں حق

اقوالِ صحابہؓ ہی میں ہے۔

ذیل میں چند مسائل بطور مثال بیان کیے جا رہے ہیں جن سے بخوبی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ فقہاء صحابہؓ کے مابین اختلاف کی نوعیت کیا تھی اور اس نے بعد کے زمانہ میں فقہی مذاہب کو کس حد تک متاثر کیا۔

جنبی کے لیے تیمّم:

حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک جنبی کے لیے تیمّم جائز نہیں ہے (۳۹)۔ ان دونوں حضرات کی یہ رائے تھی کہ تیمّم طہارتِ کبریٰ کا بدل نہیں ہے (۴۰)۔

اس مسئلہ میں دیگر صحابہ کرامؓ جن میں حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ وغیرہ شامل ہیں ان کا یہ موقف تھا کہ جو شخص جنبی ہو جائے اس کے لیے تیمّم کرنا جائز ہے اور تیمّم طہارتِ کبریٰ کا بدل ہے (۴۱)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ بحث و مناظرہ بھی کیا تھا۔ اس مناظرہ کی تفصیل امام بخاریؒ (م ۲۵۶ ھ) نے بیان کی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا: اگر کوئی شخص جنبی ہو جائے اور ایک مہینہ تک پانی نہ پائے تو کیا وہ تیمّم کر کے نماز پڑھے گا؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: ایسا شخص تیمّم نہ کرے خواہ اسے ایک ماہ تک پانی نہ ملے۔

اس پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: آپ سورۃ المائدۃ کی اس آیت کو نظرانداز کر دیں گے: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (المائدۃ: ٦) حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا: اگر لوگوں کو اس بارے میں اجازت دے دی جائے تو پھر جب انہیں پانی ٹھنڈا لگے گا تو وہ مٹی سے تیمّم کر لیا کریں گے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: کیا آپ نے حضرت عمارؓ کا حضرت عمرؓ سے یہ کہنا نہیں سنا: مجھے غسل کی ضرورت پڑی اور میں نے پانی نہ پایا تو میں زمین میں مٹی پر یوں لوٹ پوٹ ہو گیا جیسے جانور لوٹ پوٹ ہوتا ہے۔ پھر میں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ اَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا، یعنی تمہیں صرف اس طرح کر لینا کافی تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی سے ایک ضرب زمین پر ماری پھر اسے جھاڑ دیا۔ اس کے بعد اپنے ہاتھ کی پشت کو ہاتھ سے مسح فرمایا اور پھر ان سے آپ نے اپنے چہرہ مبارک کا مسح کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ کے قول پر بھروسہ نہیں کیا تھا۔ (۴۲)۔

جنبی کے لیے تیمّم کے مسئلہ پر صحابہ کرامؓ میں اختلاف کے دو اسباب تھے: ایک قرآن مجید کی آیتِ تیمّم کے معنی میں احتمال اور دوسرا جنبی کے تیمّم سے متعلق وارد احادیث کو اپنے غالب گمان کے مطابق صحیح اور قابلِ حجت قرار نہ دینا۔

جنبی کے لیے تیمّم کے مخالف صحابہ کرامؓ یہ رائے رکھتے تھے کہ قرآن مجید کی آیت: وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا(المائدۃ ۵:۶) میں جنبی کے لیے غسل لازم قرار دیا گیا ہے(۴۳)۔

پھر قرآن مجید کی آیات: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّباً(النساء۴:۴۳، المائدۃ ۵:۶) میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہاں حدثِ اصغر مراد ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر دونوں معانی اکٹھے مراد ہوں(۴۴)۔

مزید یہ کہ آیت کے الفاظ: اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ(النساء۴:۴۳، المائدۃ ۵:۶) کی تفسیر میں بھی اختلاف ہے۔اس گروہ کے نزدیک ملامسہ سے مراد ہاتھ سے چھونا ہے، جماع مراد نہیں ہے(۴۵)۔

لہٰذا جنبی شخص رخصتِ تیمّم کے تحت نہیں آئے گا بلکہ اس پر قرآنِ مجید کی آیت: وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا(المائدۃ ۵:۶) کے مطابق غسل لازم ہے،اس کے لیے تیمّم جائز نہیں ہے۔

اس اختلاف کا دوسرا سبب حدیث کی صحت میں شک کرنا یا یاد نہ ہونے کی وجہ سے حدیث کو تسلیم نہ کرنا تھا۔اسی لیے حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ کی روایت پر عمل نہ کیا۔حضرت عمارؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ ہم سفر میں تھے اور دونوں کو غسل کی حاجت ہوگئی۔آپ نے نماز نہ پڑھی اور میں نے مٹی میں لوٹ کر نماز پڑھ لی۔پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا۔آپ نے فرمایا: اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ اَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا۔یعنی تمہیں صرف یہ کافی تھا۔پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان پر پھونک دیا۔پھر ان سے اپنے منہ اور ہاتھوں پر مسح کرلیا(۴۶)۔

صحیح مسلم میں مزید یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ سے کہا: اے عمار! اللہ سے ڈرو۔حضرت عمارؓ نے فرمایا: اگر آپ کہیں تو میں یہ حدیث بیان نہیں کروں گا(۴۷)۔

حضرت عمرؓ کو یہ واقعہ یاد نہیں تھا۔آپ نے حضرت عمارؓ کی روایت کو نہیں جھٹلایا اور نہ ان کے حدیث بیان کرنے پر پابندی لگائی۔لیکن حضرت عمرؓ نے خود اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔آپ کو اس واقعہ کی صحت پر یقین نہیں تھا۔اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ کو حدیثِ عمارؓ کے علاوہ کوئی اور حدیث نہیں پہنچی تھی۔

جو صحابہؓ جنبی کے لیے تیمّم جائز قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک حدیثِ عمارؓ اور دوسری احادیث (۴۸)

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنبی کے لیے تیمّم جائز ہے اور حدیثِ عمارؓ پر عمل واجب ہونے میں حضرت عمرؓ کا نسیان کوئی اثر نہیں رکھتا(۴۹)۔

جنبی کے لیے تیمّم کے قائلین صحابہؓ کے نزدیک ملامسہ سے مراد جماع ہے(۵۰)۔

اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا یہ اختلاف بعد والے طبقات کو منتقل ہوا۔ لہذا حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی طرح فقیہ عراق امام ابراہیم نخعیؒ (م۹۵/۹۶ھ) بھی جنبی کے لیے تیمّم کے قائل نہیں تھے(۵۱)۔

لیکن عام فقہاء کے نزدیک جنابت میں تیمّم درست ہے۔ تیمّم طہارتِ کبریٰ کا بدل ہے۔ انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمارؓ وغیرہ کا مذہب اختیار کیا ہے(۵۲)۔

زیورات پر زکوٰۃ

سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں فقہاء صحابہؓ کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک عورت نے حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا: میرے پاس زیور ہے، کیا مجھ پر اس میں سے زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں (۵۳)۔ ایک اور موقعہ پر آپؓ نے فرمایا: جب دوسو درہم تک پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ زیورات پر فرضیتِ زکوٰۃ کے بارے میں حضرت عمرؓ کا بھی ایک قول ہے(۵۴)۔

حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ کے مطابق اگر زیورات پہنے یا ادھار دیئے جاتے ہیں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے (۵۵)۔ حضرت عائشہؓ اپنی زیر پرورش بھتیجیوں کے زیورات میں سے زکوٰۃ نہیں نکالتی تھیں(۵۶)۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی بیٹیوں اور لونڈیوں کو سونے کے زیورات پہناتے اور ان سے زکوٰۃ نہیں نکالتے تھے(۵۷)۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے کسی نے زیورات پر زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس شخص نے پوچھا: اگر چہ زیورات ہزار دینار تک پہنچ جائیں؟ آپ نے فرمایا: کثیر(۵۸)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ فرماتے تھے کہ اگر زیورات پہنے جاتے، ادھار دیئے جاتے اور اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے تو پھر ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے بھی ایک ایسا قول مروی ہے(۵۹)۔

صحابہ کرامؓ کی طرح فقہائے مذاہب اربعہ کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف پیدا ہوا۔ احناف سونے اور چاندی سے بنے زیورات پر زکوٰۃ کے قائل ہیں(۶۰)۔ انہوں نے قرآن وسنّت کے علاوہ حضرت ابن مسعودؓ کے اس قول

سے بھی دلیل لی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ عورتوں کے زیر استعمال زیورات پر زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں(۶۱)۔ وہ بھی دیگر دلائل کے علاوہ آثارِ صحابہؓ سے دلیل لیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے: پانچ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے،ان کی زکوٰۃ انہیں ادہار دینا ہے(۶۲)۔ یہ فقہاء حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے اقوال پر فتوی دیتے ہیں۔ مالکی فقیہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (م۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی روایات سے بظاہر ثابت ہوتا ہے کہ زیورات پر زکوٰۃ ساقط ہے(۶۳)۔

نابالغ اور یتیم کے مال پر زکوٰۃ

حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نابالغوں اور یتیموں کے اموال سے زکوٰۃ نکالنے کے قائل نہیں تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: لا تجب الزکوۃ علی الصبی حتی تجب علیه الصلوٰۃ (۶۴) بچے پر نماز فرض ہونے تک اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: لیس فی مال الیتیم زکوۃ(۶۵) یعنی یتیم کے مال پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ ایسا ہی ایک قول حضرت ابن عباسؓ کا ہے(۶۶)۔

صحابہ کرامؓ کے دوسرے گروہ جن میں حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ شامل ہیں ان کے نزدیک نابالغوں اور یتیموں کے اموال سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اتجروا فی اموال الیتامٰی لا تأ کلها الزکوۃ (۶۷) یعنی یتیموں کے اموال تجارت میں لگاؤ تا کہ انہیں زکوٰۃ نہ کھا جائے۔ قاسم بن محمدؒ (م۱۰۸ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی ہم دونوں یتیم تھے اور حضرت عائشہؓ کی پرورش میں تھے۔ وہ ہمارے اموال میں سے زکوٰۃ نکالا کرتی تھیں(۶۸)۔ حضرت علیؓ اپنے زیر پرورش یتیم بچوں کے اموال سے زکوٰۃ نکالا کرتے تھے(۶۹)۔

حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی عمل تھا(۷۰)۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بھی مالِ یتیم میں زکوٰۃ کے قائل تھے(۷۱)۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: احص ما فی مال الیتیم من الزکوۃ فاذا بلغ فأخبره بذ لك (۷۲)۔ مالِ یتیم میں سے زکوٰۃ کا حساب کیا جائے، جب وہ بالغ ہوجائے تو اسے حسابِ زکوٰۃ کے بارے میں بتا دیا جائے۔

اس اختلاف نے بعد کے زمانے میں نفوذ کیا اور مذاہبِ اربعہ کے فقہاء کے ہاں بھی اس مسئلہ میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا حنفی فقہاء کے نزدیک نابالغ اور یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں اقوالِ صحابہؓ پیش کیے ہیں(۷۳)۔

احناف کے برعکس مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے مطابق یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے جس کی فرضیت کے لیے بلوغت شرط نہیں ہے۔ یہ فقہاء بھی اپنے قول کے لیے آثارِ صحابہؓ سے دلیل لیتے ہیں (۷۴)۔

خیارِ طلاق

خیارِ طلاق کی صورت میں اگر بیوی نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو یہ ایک طلاقِ بائن ہے یا تین طلاقیں ہوں گی، اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے مابین فقہی نکتہ ہائے نظر کی نوعیت یوں تھی:

علمائے کوفہ سے تعلق رکھنے والے تابعی ابوعمر زاذانؒ (م ۸۲ھ) کہتے ہیں: میں حضرت علیؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ سے خیار کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: مجھ سے امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اس بارے میں پوچھا تو میں نے کہا: إن اختارت نفسها فواحدة بائنة وإن اختارت زوجها فواحدة و هو أحق بها۔ یعنی اگر بیوی نے خود کو اختیار کیا تو یہ ایک طلاقِ بائن ہوگی اور اگر اس نے اپنے خاوند کو اختیار کیا تو یہ ایک طلاق ہوگی اور خاوند اس کا زیادہ حق دار ہوگا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ليس كما قلت إن اختارت نفسها فواحدة، وإن اختارت زوجها فلاشيء و هو أحق بها (۷۵) یعنی ایسا نہیں ہے جس طرح آپ (حضرت علیؓ) کہتے ہیں۔ اگر بیوی نے خود کو اختیار کیا تو یہ ایک طلاق ہوگی اور اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو پھر کوئی طلاق نہیں ہوگی اور خاوند اپنی بیوی کا زیادہ حق دار ہے۔

اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے اقوال بھی حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کا ایک قول حضرت علیؓ کے قول کے مطابق بھی ہے کہ یہ ایک طلاق بائن ہے (۷۶)۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا قول ہے: و اذا اختارت نفسها فهي الثلث، وهي عليه حرام حتى تنكح زوجا غيره (۷۷)۔ یعنی اگر بیوی نے خود کو اختیار کیا تو یہ تین طلاقیں ہوں گی اور وہ اپنے سابقہ شوہر پر حرام ہوگی، جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کر لے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ خیارِ طلاق کے مسئلہ پر فقہاء صحابہؓ کے تین موقف تھے: حضرت علیؓ کے نزدیک بیوی کی طرف سے خیارِ طلاق استعمال کر لینے اور خود کو اختیار کرنے کا حکم ایک طلاق بائن ہے، حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ یہ ایک طلاقِ رجعی ہے اور حضرت زید بن ثابتؓ اسے تین طلاقیں شمار کرتے تھے۔

اس اختلاف کے اثرات مذاہبِ اربعہ پر یہ مرتب ہوئے کہ تخییر کی صورت میں اگر بیوی نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو احناف کے مطابق یہ ایک طلاقِ بائن ہے (۷۸)۔ انہوں نے اپنی تائید میں حضرت علیؓ کے قول کو بنیاد بنایا ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک یہ تین طلاقیں ہیں(۷۹)۔امام مالکؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ کا قول لیا ہے۔ شوافع اور حنابلہ کہتے ہیں کہ یہ ایک طلاقِ رجعی ہے(۸۰) اور دلیل میں حضرت عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے اقوال پیش کیے ہیں۔

فروخت شدہ چیز کو کم قیمت پر خرید لینا

حضرت عائشہؓ کا موقف ہے کہ جس نے کوئی چیز نقد یا ادھار فروخت کی، خریدار نے اس کا قبضہ لے لیا مگر ابھی قیمت ادا نہیں کی تو فروخت کنندہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ خریدار سے وہی چیز کم قیمت پر خرید لے۔

حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا: میں نے حضرت زید بن ارقم ؓ سے ایک غلام آٹھ سو دراہم میں خریدا، پھر ان ہی کو چھ سو دراہم میں بیچ دیا۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا: بئس واللہ ما اشتریت و بئس واللہ ما اشتری۔ أخبری زید بن أرقم أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا أن يتوب(۸۱)۔یعنی اللہ کی قسم، بہت بُرا ہے جو تم نے فروخت کیا اور اللہ کی قسم، بہت بُرا ہے جو حضرت زید بن ارقم ؓ نے خریدا۔حضرت زید بن ارقم ؓ کو بتا دو کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کا جہاد باطل کر دیا ہے۔

جمہور فقہاء کے مطابق جس نے کوئی چیز نقد یا ادھار فروخت کی، خریدار نے اس کا قبضہ لے لیا مگر ابھی قیمت ادا نہیں کی تو بائع کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ خریدار سے وہی چیز کم قیمت پر خرید لے۔ اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کا اثر ہے۔اس روایت سے یہ استدلال ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت زید بن ارقم ؓ کو ان کی عبادت کے ضیاع کی وعید سنائی ہے۔علامہ کاسانی حنفیؒ نے لکھا ہے کہ انسان اپنی ذاتی رائے سے ایسی چیز پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ حضرت عائشہؓ نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی۔احناف نے حضرت عائشہ ؓ کے قول کے مقابلہ میں قیاس ترک کر دیا ہے(۸۲)۔

امام شافعیؒ نے ایسی بیع جائز قرار دی ہے۔ان کا موقف یہ ہے کہ اگر کچھ صحابہ کسی مسئلہ میں اختلاف کریں تو اصل یہ ہے کہ ہم اس قول کی طرف جائیں گے جس کے ساتھ قیاس ہو۔اس مسئلہ میں قیاس حضرت زید بن ارقم ؓ کے قول کے ساتھ ہے(۸۳)۔

اس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ فقہ اسلامی میں اختلافات کا ظہور ایک فطری عمل ہے۔قرآن و سنّت کے اوّلین حاملین صحابہ کرامؓ نے نصوص کی تشریح و تعبیر میں جو مختلف موقف اختیار کیے ان کا مقصد احکام شریعت کی منشا اور روح کو اچھی طرح سمجھنا تھا۔احکام شریعت کی منشا و روح کو اچھی طرح سمجھنے کا مقصد یہ تھا تاکہ وہ ان پر عمل درآمد بہتر

انداز سے کرسکیں۔شریعت کے اوامر ونواہی پر بہترانداز سے عمل درآمد کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔اللہ کی رضا ایک مسلمان کا ہدفِ حیات ہوتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے فقہی کردار نے بعد میں آنے والے فقہاء کرامؒ پر اثرات مرتب کیے۔انہوں نے صحابہ کرامؓ کے فقہی کردار کو اپنی مشعلِ راہ بنایا،وہ ان سے متاثر ہوئے اور ان سے سیکھا۔بعد والے فقہاء نے تعبیر نصوص اور استنباطِ احکام میں صحابہؓ کے اسالیب ومناہج کو اپنایا۔فقہی ادب کا اختلافی مواد دراصل فقہاء کی ان مخلص کاوشوں کا ثمر ہے جو انہوں نے شرعی نصوص کا ادراک حاصل کرنے کے لیے کیں۔اس کام میں ان کے پیش نظر بھی وہی مقصد تھا جو صحابہ کرامؓ کے سامنے تھا۔

فقہائے اسلام نے قرآن وسنّت کی روشنی میں ایک ایک شرعی مسئلہ پر خوب سوچ وبچار کیا۔اس کے نتیجہ میں ایک مسئلہ ہر ہر پہلو سے اجاگر ہوکر سامنے آ گیا۔فقہی اختلافات کے نتیجہ میں کسی شرعی مسئلہ پر عمل کی جتنی ممکن صورتیں ہوسکتی تھیں وہ سب واضح ہوگئیں۔اس کا فائدہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اپنے اپنے زمان ومکان کے احوال کے مطابق فقہاء کی آراء کو لیا اور ان پر عمل پیرا ہو گئے۔لوگوں کے لیے عمل میں آسانی ہوئی اور شریعتِ اسلامی کے ہر حکم کے ہر پہلو پر عمل ہوگیا۔اگر فقہاء کرامؒ شرعی مسائل میں اپنی مساعی جلیلہ نہ کرتے اور یہ مسائل اپنے صرف ایک ہی پہلو سے ہمارے سامنے ہوتے ایسا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں ہرسُو پائے جانے والے اصولِ تنوع کے منافی ہوتا اور انسانی زندگی دشوار ہوجاتی۔

آخر میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (م۱۰۱ھ) اور عون بن عبداللہؒ (م۱۱۰ھ) کے ان اقوال کو دہرایا جاتا ہے جو اس مضمون کے مقدمہ کے طور پر بیان کیے گئے تھے اور وہ اس مضمون کا نتیجہ بھی ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (م۱۰۱ھ) نے فرمایا تھا:

> مجھے یہ پسند نہیں کہ صحابہ کرامؓ اختلاف نہ کرتے ، کیونکہ اگر صرف ایک ہی قول ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے۔صحابہ کرامؓ ائمہ ہیں، ان کی پیروی کی جائے گی۔اگر ان میں سے کسی ایک صحابی کا قول کسی شخص نے لیا تو وہ سہولت وآسانی میں ہے۔

عون بن عبداللہؒ (م ۱۱۰ھ) نے فرمایا تھا:

> مجھے ناپسند ہے کہ اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اختلاف نہ کرتے، کیونکہ اگر وہ کسی ایک چیز پر جمع ہوجاتے اور کوئی شخص اسے چھوڑتا تو وہ تارکِ سنّت ہوتا،اور اگر انہوں نے اختلاف کیا اور کسی نے صحابہؓ میں سے ایک کا قول لیا تو اس نے سنّت کو لیا۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل(م ۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنة، باب اجر الحاکم اذا اجتھد فاصاب او اخطأ، ج ۳،ص ۸۳۶، ۸۳۷،قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی،طبع دوم ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء۔مسلم بن الحجاج، ابوالحسین قشیری (م ۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب بیان اجر الحاکم اذا اجتھد فاصاب او اخطا، ج ۴،ص ۳۴۷، دار احیاء الکتب العربیة، عیسیٰ البابی الحلبی و شرکاہ+دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

(۲) ابن سعد،ابی عبداللہ محمد بن سعد بن منیع بصری (م ۲۳۰ھ)،الطبقات الکبریٰ ۱۸۹/۵، دارصادر ، بیروت ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء

(۳) ابن عبدالبر،ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن سلام مالکی (م ۴۶۳ھ)، جامع بیان العلم و فضلہ ۹۰۲/۲، دار ابن الجوزی، المملکة العربیة السعودیة، طبع اوّل ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء

(۴) ایضاً ۹۰۲/۲

(۵) دارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام(م ۲۵۵)، سنن الدارمی، باب اختلاف الفقھاء ۱۵۱/۱، دارالکتب العلمیة،بیروت لبنان،سال اشاعت ندارد۔

(۶) زواوی،عیسیٰ بن مسعود، **كتاب مناقب سيدنا الإمام مالك** ۸۷/۱،مکتبة دار الباز، مکة المکرمة+ دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء

(۷) محمود الطحان ، الدکتور، تیسیر مصطلح الحدیث، ص ۸۷، ۸۸، نشر السنّة ملتان

(۸) صیحح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة الثلاثة لا نفقة لھا ۱۱۱۷/۴

(۹) ایضاً ۱۱۱۹/۴

(۱۰) صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب قصة فاطمة بنت قیس ۸۰۲/۲

(۱۱) صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة الثلاثة لا نفقة لھا ۱۱۲۱/۴

(۱۲) دہلوی،شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم (م ۱۱۷۶ھ)،**حجة الله البالغة** ۱۴۲/۱، دارالتراث،قاھرة ۱۳۵۵ھ

(۱۳) ابن قدامہ،موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد حنبلی (م ۶۲۰ھ)، المغنی شرح مختصرالخِرَقی،ابو القاسم عمر بن الحسین بن عبداللّٰہ (م ۳۳۴ھ)، ۳۸۱/۱۳ ، ھجر للطباعة و النشر و التوزیع و الاعلان، القاھرة، طبع دوم ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

(۱۴) صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النھی عن اکل لحوم الأضاحی بعد ثلاث فی اوّل الإسلام و بیان نسخه و اباحته إلی متی شاء ۱۵۶۰/۳

(۱۵ ایضاً ۱۵۶۱/۳

(۱۶) ایضاً ۱۵۶۴/۳

(۱۷) المغنی ۳۸۱/۱۳

(۱۸) *ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی* (م ۲۷۳ھ)، **سنن ابن ماجه** بشرح الإمام ابوالحسن الحیفی المعروف با لسند ی (م ۱۱۳۸ھ)، کتاب المناسک، باب الرمل حول البیت ۴۳٦/۳، دار المعرفة،بیروت لبنان، *طبع اول* ۱٤۱٦ھ/۱۹۹٦ء۔ صحیح مسلم،کتاب الحج، باب استحباب الرمل فی الطواف و العمرة ۹۲۰/۲،

(۱۹) صحیح البخاری، کتاب المناسک، باب الرمل فی الحج والعمرة ۲۱۸/۱۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الرمل فی الطواف و العمرة ۹۲۰/۲۔ سنن ابن ماجه، کتاب المناسک، باب الرمل حول البیت ۴۳۶/۳

(۲۰) صحیح البخاری، کتاب المناسک، باب کیف کان بدء الرمل ۲۱۸/۱

(۲۱) سنن ابن ماجه، کتاب المناسک، باب الإفراد بالحج ٤٤٤/۳۔ *ابوداؤد،سلیمان بن الاشعث بجستانی ازدی*(م ۲۷۵ھ)، سنن ابی داؤد ، کتاب المناسک، باب فی افراد الحج ۱۲/۲،دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، *طبع اوّل* ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

(۲۲) سنن ابن ماجه، کتاب المناسک، باب الإفراد بالحج ۴۴۸/۳

(۲۳) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز التمتع ۸۹۶/۲-۸۹۷

(۲۴) صحیح البخاری، کتاب المناسک، باب التمتع والإقران والإفراد بالحج ۲۱۲/۱

(۲۵) *ایضاً*، کتاب المناسک،ابواب العمرة، باب کم اعتمر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ۲۳۸/۱-۲۳۹

(۲۶) *ایضاً*، کتاب المناسک،ابواب العمرة، باب کم اعتمر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ۲۳۹/۱

(۲۷) صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم یعذب المیت ببعض بکاء اھله علیه ۱۷۲/۱

(۲۸) *ابن ابی شیبہ،ابوبکر عبد اللہ بن محمد کوفی*(م ۲۳۵ھ) ، کتاب المصنّف فی الأحادیث و الآثار، کتاب الجنائز، من قال یقام للجنازة اذا مرت ۲۳۷/۳، دارالفکر، بیروت لبنان ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

(۲۹) صحیح مسلم ، کتاب الجنائز ،باب القیام للجنازة ۶۶۰/۲،۶۶۱

(۳۰) ابن ابی شیبہ، المصنّف، کتاب الجنائز، من قال یقام للجنازة اذا مرت ۲۳۶/۳

(۳۱) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب نہی رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلّم عن نکاح المتعة اخیرًا ۷٦۷/۲۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة...... ۱۰۲۷/۲ ۔ بیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی شافعی (م ۴۵۸ھ)، السنن الکبریٰ و فی ذیلہ الجواھر النقی للعلامة علاء الدین علی بن عثمان المارینی الشھیر بابن الترکمان (م ۷۴۵ھ)، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة ۲۰۱/۷، دار الفکر، بیروت، سال اشاعت ندارد۔ مالک بن انس (م ۱۷۹ھ)، الموطا، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة ص ۴۲۷، دار الحدیث، شارع جوھر القائد امام جامعة الأزھر، طبع دوم ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

(۳۲) السنن الکبریٰ، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة ۲۰٤/۷۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة...... ۱۰۲۵/۲۔ ابن ابی شیبہ المصنّف، کتاب النکاح، فی نکاح المتعة و حرمتھا ۳۹۰/۳

(۳۳) سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب النھی عن نکاح المتعة ۴۷۱/۲

(۳۴) ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد نمری قرطبی مالکی (م ۴۶۳ھ)، الإستذکار، الجامع لمذاھب فقھاء الأمصار و علماء الأقطار فیما تضمنه الموطأ من معانی الرأي و الآثار و شرح ذلك کله بالإیجاز و الإختصار تعلیق وحواشی: سالم محمد عطا + محمد علی مُعوَّض ۵۰۵/۵، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء۔ ابن رشد، ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد قرطبی اندلسی مالکی (م ۵۹۵ھ)، بدایة المجتھد و نھایة المقتصد، تحقیق شیخ علی محمد معوض+شیخ عادل احمد ۳۳۴/۴، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

(۳۵) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب نھی رسول صلی اللّٰہ علیه وسلم من نکاح المتعة اخیرًا ۷٦۷/۲۔ الإستذکار ٦۱/٤، ٥۰٦/٥ - ٥۰۸۔ ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد بن سعید اندلسی ظاہری (م ۴۵٦ھ)، المحلی بالآثار فی شرح المجلی بالإختصار علی ما أوجبه القرآن و السنن الثابتة عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، تحقیق الدکتور عبد الغفار سلیمان بغدادی ۱۲۹/۹، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء

(۳٦) الإستذکار ۵۰۷/۵

(۳۷) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورة الطلاق، باب قوله: و اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ۷۲۹/۲

(۳۸) جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی (م ۳۷۰ھ)، احکام القرآن ۳٦۴/۱، سہیل اکیڈمی، لاہور پاکستان ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

(۳۹) ابن ابی شیبہ، المصنّف، کتاب الطهارات، من قال لا یتیمم حتی یجد الماء ۱۸۳/۱ ـ المحلی بالآثار ۳۶۷/۱ـ الإستذکار، ۳۰۳/۱

(۴۰) بدایة المجتهد و نهایة المقتصد ۵/۲

(۴۱) المغنی ۳۳۴/۱ـ بدایة المجتهد و نهایة المقتصد ۵/۲ـ المحلی با لآثار ۳۶۷/۱

(۴۲) صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب التیمم ضربة ۵۰/۱

(۴۳) المحلی با لآثار ۳۶۷/۱

(۴۴) بدایة المجتهد ونهایة المقتصد ۵/۲

(۴۵) جصاص، احکام القرآن ۳۶۹/۲ـ بدایة المجتهد و نهایة المقتصد ۵/۲

(۴۶) صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب التیمم ضربة ۵۰/۱

(۴۷) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم ۲۸۱/۱

(۴۸) ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب اذا خاف الجنب علی نفسه المرض أو الموت ۵۰/۱ـ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلوة الفائتة ۴۷۵/۱ـ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ)، جامع الترمذی، کتاب الطهارات، باب التیمم للجنب اذا لم یجد الماء ۱۹۲/۱ و مابعدـ سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب الجنب یتیمم ۱۳۲/۱ وما بعدـ السنن الکبریٰ، کتاب الطهارة، باب الجنب یکفیه التیمم اذا لم یجد الماء ۲۱۶/۱ـ نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (م ۳۰۳ھ)، **سنن النسائی** بشرح الحافظ جلال الدین السیوطی (م ۹۱۱ھ)، کتاب الطهارة، باب التیمم بالصعید ۱۸۶/۱ **و مابعد**، دار المعرفة بیروت لبنان، طبع سوم ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ءـ ایضاً، باب الصلوات بتیمم واحد ۱۸۷/۱

(۴۹) بدایة المجتهد و نهایة المقتصد ۷/۲

(۵۰) جصاص، احکام القرآن ۳۶۹/۲

(۵۱) المحلی بالآ ثار ۳۶۷/۱

(۵۲) کاسانی، علاءالدین ابوبکر بن مسعود حنفی (م ۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۴۵/۱، المکتبة الحبیبیة، کانسی روڈ کوئٹہ پاکستان، طبع اوّل ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ءـ مالک بن انس، امام (م ۱۷۹ھ)، المدونة الکبریٰ ۱۴۵/۱، مکتبة دارالباز، مکة المکرمة + دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ءـ بدایة المجتهد و نهایة المقتصد ۵/۲ـ نووی، محی الدین یحیٰ بن شرف شافعی (م ۶۷۶ھ)، المجموع شرح المهذب لأبی اسحاق شیرازی (م ۴۷۶ھ)، ویلیه فتح العزیز للرافعی (م ۶۲۳ھ)

شرح الوجیز للغزالی(م ۵۰۵ھ) و یلیہ التلخیص الحبیر فی تخریج الرافعی الکبیر لابن حجر العسقلانی(م ۸۵۲)، ۲/۰۰۷، دارالفکر، سال اشاعت ندارد۔ المغنی ۱/۳۳٤۔ المحلی بالآثار ۱/۳٦۷۔ الإستذکار ۱/۳۰۳

(۵۳) محمد، کتاب الآثار ص ٦۰

(۵۴) السنن الکبریٰ، کتاب الزکوٰۃ، باب من قال فی الحلی زکوٰۃ ۴/۱۳۹۔ عبد الرزاق، ابوبکر بن ہمام صنعانی(م ۲۱۱ھ)، المصنّف، تحقیق حبیب الرحمان الأعظمی، کتاب الزکوٰۃ، باب التبرو الحلی ۴/۸۲، المجلس العلمی، طبع اوّل ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

(۵۵) المغنی ۴/۲۲۰

(۵۶) الموطا، کتاب الزکاۃ، باب ما لا زکاۃ فیہ من الحلی والتبرو العنبر ص ۲۱٤۔ السنن الکبریٰ، کتاب الزکوٰۃ، باب من قال لا زکوٰۃ فی الحلی ٤/۱۳۸

(۵۷) الموطا ، کتاب الزکاۃ، باب ما لا زکاۃ فیہ من الحلی والتبروالعنبر ص ۲۱٤۔ السنن الکبریٰ، کتاب الزکوٰۃ، باب من قال لا زکوٰۃ فی الحلی ۴/۱۳۸

(۵۸) شافعی، ابوعبداللہ محمد بن ادریس(م ۲۰۴ھ)، الأمّ مع مختصر المُزَنی ۲/۴۴، دار الفکر، بیروت، طبع دوم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔ السنن الکبریٰ، کتاب الزکوٰۃ، باب من قال لا زکوٰۃ فی الحلی ۴/۱۳۸

(۵۹) المدوّنۃ الکبریٰ ۱/۳۰٦۔ السنن الکبریٰ، کتاب الزکوٰۃ، باب من قال زکوٰۃ الحلی عاریتہ ٤/۱٤۰، باب من قال لا زکوٰۃ فی الحلی ۴/۱۳۸

(۶۰) شیبانی، ابوعبداللہ محمد بن الحسن حنفی(م ۱۸۹ھ)، کتاب الآثار ص ۶۱، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی پاکستان، طبع اوّل ۱۴۰۷ھ

(۶۱) المدوّنۃ الکبریٰ ۱/۳۰۵۔ الأم ۲/۴۴۔ المغنی ۴/۲۲۰

(۶۲) المغنی ۴/۲۲۱

(۶۳) الإ ستذکار ۳/۱۵۰

(۶۴) بدائع الصنائع ۲/۴

(۶۵) شیبانی، ابوعبداللہ محمد بن الحسن حنفی(م ۱۸۹ھ)، کتاب الحجّۃ علی اھل المدینۃ، تحقیق مفتی سید مہدی حسن(م ۱۳۹٦ھ) ۱/۴۵۹، دارالمعارف النعمانیہ، الجامعہ المدنیہ، کریم پارک لاہور، سال اشاعت ندارد۔ محمد، کتاب الآثار ص ۶۰، ۱۷۱

(۶۶) کتاب الحجّۃ علی اھل المدینۃ ۱/۴۶۰

(۶۷) الموطا ، کتاب الزکوٰة، باب زکوٰة الیتامیٰ والتجارة لهم فیها ص ۲۱۵

(۶۸) الموطا ، کتاب الزکوٰة، باب زکوٰة اموال الیتامیٰ والتجارة لهم فیها ص ۲۱۵

(۶۹) ابن ابی شیبہ المصنّف ، کتاب الزکوٰة ، ما قالوا فی مال الیتیم زکوٰة و من کان یزکیه ۳/۴۰۔ السنن الکبریٰ،کتاب الزکوٰة، باب من تجب علیه الصدقة ۴/۱۰۷

(۷۰) عبدالرزّاق، المصنّف، کتاب الزکوٰة، باب صدقة مال الیتیم والإلتماس فیه واعطاء زکوٰته ٦٩/٤۔ ابن ابی شیبہ، المصنّف،کتاب الزکوٰة، ما قالوا فی مال الیتیم و من کان یزکیه۳/۴۱۔ السنن الکبریٰ، کتاب الزکوٰة، باب من تجب علیه الصدقة ۴/۱۰۸

(۷۱) عبدالرزّاق، المصنّف، کتاب الزکوٰة، باب صدقة مال الیتیم والإلتماس فیه واعطاء زکوٰة ٦٦/٤۔ ابن ابی شیبہ، المصنّف، کتاب الزکوٰة، ما قالوا فی مال الیتیم زکوٰة ۳/۴۰

(۷۲) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم حنفی(م ۱۸۲ھ)، کتاب الآثار تحقیق ابوالوفاء، ص ۹۲، دارالکتب العلمیة ، بیروت+ المکتبة الأثریة، جامع مسجد الحدیث باغ والی، سانگلہ ہل پاکستان، سال اشاعت ندار

(۷۳) کتاب الحجّة علی اهل المدینة ٤٥٧/١۔ بدائع الصنائع ۲/۴۔ ابو یوسف، کتاب الآثار ص ۹۲۔ محمد، کتاب الآثار ص ۶۰،۱۷۱

(۷۴) الإ ستذ کار ۳/۱۵۵۔ المجموع شرح المهذب ۵/۳۳۱۔ ابن مفلح، ابواسحاق برہان الدین ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مفلح حنبلی (م ۸۸۴ھ)، المُبدِعُ فی شرح المُقنع ۲/۲۰۳، المکتب الإسلامی ،دمشق، بیروت،سال اشاعت ندارد

(۷۵) ابن ابی شیبہ، المصنّف، کتاب الطلاق، ما قالوا فی الرجل یخیّر امرأته فتختاره أو تختار نفسها ۴/۴۶

(۷۶) ملاحظہ ہو: عبدالرزّاق، المصنّف، باب الخیار ٨/٧۔ السنن الکبریٰ، کتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء فی التخییر ٣٤٥/٧،ابن ابی شیبه، المصنّف، کتاب الطلاق، ما قالوا فی الرجل یخیّر امرأته فتختاره أو تختار نفسها ۴/۴۵،۴۷

(۷۷) محمد، کتاب الآثار ص ۱۱۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنّف، کتاب الطلاق، ما قالوا فی الرجل یخیّر امرأته فتختاره أوتختار نفسها ۴/۴۵۔عبدالرزّاق، المصنّف، باب الخیار ٩/٧۔ السنن الکبریٰ، کتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء فی التخییر ۷/۳۴۵

(۷۸) بدائع الصنائع ١٢٠/٣۔ بدایة المجتهد ٣٦٦/٤

(۷۹) خرشی، ابوعبداللہ محمد مالکی(م ۱۱۰۱ھ)، شرح الخرشی علی مختصر سیدی خلیلابو الضیاء بن اسحاق بن موسیٰ (م ٧٧٦ھ)، ٧١/٤، المطبعة الکبریٰ الأمیریة ببولاق مصر المحمیة، طبع دوم ۱۳۱۷ھ

+دارصادر بیروت، سال اشاعت ندارد۔ المغنی ۳۸۲/۱۰

(۸۰) الأم ٥/٢٧٥۔ المغنی ۳۸۲/۱۰

(۸۱) عبدالرزّاق، المصنّف، کتاب البیوع، باب الرجل یبیع السلعۃثم یرید ا شتراء ھا بنقد ۱۸۴/۸۔۱۸۵

(۸۲) بدائع الصنائع ٥/١٩٨و ما بعد۔ المغنی ٢٦٠/٦۔ کتاب الحجّۃ علی اھل المدینۃ ۴۶/۲ے۔ تخریج الفروع علی الأصول ص ۱۸۱-۱۸۲۔ عبدالعزیز بخاری، علاء الدین بن احمد حنفی (م ۷۳۰ھ)، کشف الأسرار عن اصول فخر الإسلام البزدوی ۳۲۶/۳، دارالکتب العلمیۃ،بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

(۸۳) الأم ٣/٣٨ و ما بعد۔ المجموع شرح المھذب ۱۴۹/۱۰ و ما بعد

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆